

مولانا عبدالحق چوہان رحمہ اللہ

ولادت نبوی ﷺ

نبی کریم ﷺ سے پہلے انبیاء سابقین کا تعلق حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اسحاقی خاندان سے تھا۔ لیکن آپ ﷺ کا تعلق حضرت اسماعیل ذبیح اللہ (علیہ السلام) کے خاندان سے ہے۔ آپ ﷺ کی پیدائش سے کئی ہزار برس قبل حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حکم ایزدی کے تحت وادی مکہ کے غیر آباد علاقہ میں اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی والدہ ماجدہ سیدہ ہاجرہ کی معیت میں لا کر یہاں پر آباد کیا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جب جوان ہوئے تو انہوں نے قبیلہ بنو جرہم کے خاندان سے شادی کی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور پھیلی۔ نبی کریم ﷺ عدنان کے واسطے سے اس کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیم و حضرت اسماعیل علیہم السلام نے مل کر خانہ کعبہ کی منہدم عمارت کو از سر نو تعمیر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں صاحب عزیمت و عظمت پیغمبر مبعوث ہونے کی دعا مانگی اور نبی کریم ﷺ اسی دعا کا مصداق ہیں۔ امتداد زمانہ کے باعث ملت حنفی کی حقیقی تعلیم بتدریج محو پذیر ہوتی گئی تا آنکہ خدائے قدوس کا وہ گھر جو کہ توحید ایزدی اور عبادت ربانی کی اقامتہ کے لیے تعمیر ہوا تھا۔ بیت الاضنام کی شکل اختیار کر گیا۔

رئیس الموحدین کی اولاد بے دست و پا صور اضنام کے سامنے سجدہ ریز ہو گئی اور پوری ضلالت و گمراہی کے تہ بہ تہ بادل محیط ہو گئے۔ زیادہ تر صحیح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ربیع الاول کی ۹ اور ۱۰ تاریخ کی درمیانی شب کی صبح صادق ۱۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔ آپ ﷺ کے جد امجد جناب عبدالمطلب نے آپ کا اسم گرامی ”محمد“ تجویز کیا۔ ابتداء میں آپ کی رضاعت کی خدمت ابولہب عبد العزیٰ کی باندی ثویبہ کے سپرد ہوئی۔ بعد میں قبیلہ بنو سعد کی خوش بخت خاتون سیدہ حلیمہ سعدیہ نے اس نعمت عظمیٰ کو حاصل کیا۔ ۶ برس تک آپ ﷺ اسی قبیلہ میں مقیم رہے۔ بی بی حلیمہ کے پاس زمانہ قدیم میں ایک دفعہ آپ کا شوق صدر بھی ہوا۔ اس کے بعد آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں والدہ ماجدہ کے زیر کفالت رہے۔ لیکن شفقت مادی کا یہ سایہ بھی دیر پا ثابت نہ ہوا۔ آپ ﷺ نے والدہ ماجدہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر میں واپسی پر مقام ابواء پر آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا۔ آپ ﷺ بی بی آمنہ کی معیت میں مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور جد امجد کی زیر کفالت رہے۔ آپ نے ابھی زندگی کی سات بہاریں دیکھی تھیں۔ کہ جد امجد بھی داغ مفارقت دے گئے۔ آپ ﷺ کے چچاؤں میں چونکہ جناب زبیر بن عبدالمطلب سب سے بڑے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ ان کی زیر کفالت رہے۔ ان کی وفات کے بعد یہ خدمت ابوطالب عبد مناف کے سپرد ہوئی۔ سن رشد کو پہنچ کر آپ ﷺ نے مشغلہ تجارت اختیار کیا۔ اسی سلسلہ میں آپ ﷺ سیدہ خدیجہ طاہرہ کا مال تجارت شام کی طرف لے گئے۔ حسن اخلاق، امانت اور نزہت دامن کے باعث آپ

ﷺ الامین الصادق کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ انہی مکارم اخلاق کے باعث سیدہ خدیجہ طاہرہ نے آپ کے ساتھ رشتہ ازدواج کی پیش کش کی۔ جس کو آپ ﷺ نے قبول کرنے سے معذرت ظاہر کی۔ لیکن ان کے حد سے زیادہ اصرار پر آپ ﷺ نے یہ رشتہ قبول کر لیا۔ مجلس نکاح منعقد ہوئی اور ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اس وقت آپ ﷺ پچیس برس کی عمر میں تھے۔ جوں جوں زمانہ ظہور نبوت قریب آنے لگا آپ کے دل میں خلوت گزینی کی محبت پیدا ہوتی گئی اور آپ ﷺ کی یہ عادت مبارکہ ہو گئی کہ کچھ مدت کے لیے زادسفر لے کر غار حرا میں گوشہ نشین ہو جاتے۔ وحی کی ابتداء سچے خوابوں سے ہوئی۔ آخر کار اس شب ظلمت کدہ کا آخری وقت آ گیا اور نور نبوت کی ضیاء پاشیوں سے شرک و کفر کی تمام تاریکیاں چھٹ گئیں۔ ایک یوم آپ حسب معمول غار حرا میں معکف تھے کہ جبرائیل امین خداوند قدوس کی طرف سے ”ختم نبوت“ کا تاج لے کر حاضر خدمت ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”اقراء“۔ پڑھو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”انا اُمّی“ اس پر جبریل امین نے آپ ﷺ کو اپنی آغوش میں لے لیا پھر اسی لفظ کو دہرایا۔ آپ ﷺ نے پھر وہی جواب دیا۔ انہوں نے پھر اسی عمل کو دہرایا اور اس کے بعد آپ ﷺ کے سامنے قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی اور آپ ﷺ نے بھی وہی آیات پڑھیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ گھر تشریف لائے، اپنی رفیقہ حیات سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کو صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ ﷺ پر وحی کی دہشت طاری تھی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ نزول آیات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ آپ ﷺ فریضہ نبوت کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ تسلسل اور سعی پیہم سے اس فریضہ کو ادا کیا۔ اس دعوت ربانی پر اوّل اوّل جن سعید روحوں نے لبیک کہا وہ یہ ہیں۔ سیدہ خدیجہ، حضرت ابوبکر، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم۔ جوں ہی صدائے توحید کے اثرات کا دائرہ وسعت پذیر ہونے لگا۔ صنادید کفار نے اس آواز حق کو جبر و استبداد کے ذریعے روکنے کی کوشش کی لیکن یہ تمام انسدادی اور استبدادی تدبیریں بے کار ثابت ہوئیں۔ زمرہ توحید کی روح افزاء شراب شیریں کے متوالوں نے ان تمام مظالم کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ اور راہ حق میں پیش آنے والے ان مظالم کی ایذا رسانی کو حلاوت ایمانی میں موجب چاشنی سمجھا۔ روساء قریش نے جب دیکھا کہ انتہائی مظالم کے باوجود بھی یہ سیل رواں جاری و ساری ہے تو انہوں نے انتہائی اقدام کا یہ فیصلہ کیا کہ پیغمبر اسلام کو قتل کیا جائے۔ اس پر خداوند قدوس نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے جائیں۔ آپ ﷺ نے یہ پُر صعوبت سفر رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رفاقت میں طے کیا۔ مدینہ منورہ پہلے ہی اسلام کا گہوارہ بن چکا تھا۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ نے ”خلافت ربانی“ اور ”حکومت الہیہ“ کی بنیاد رکھی۔ کامل دس سال آپ نے مدینہ منورہ میں قیام کیا اور پیغام الہی کی تبلیغ میں شبانہ روز محنت شاقہ برداشت کی۔ تاسیس حکومت الہیہ میں پیش آنے والے موانعات کو حسن تدبیر اور اصابت رائے سے دور کیا۔ قیام مدینہ کے دوران آپ ﷺ نے مہمات جہاد کو بھی سرانجام دیا۔ آپ ﷺ کے غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔ یہ وہ غزوات ہیں جن میں آپ نے ﷺ بہ نفس نفیس شرکت کی۔ اور جو مہمات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سرانجام دیں اور جو وفود آپ ﷺ نے تبلیغ اسلام کے لیے روانہ کئے ان کی تعداد ساٹھ سے بھی زیادہ ہے۔ اور جو وفود آپ ﷺ کی خدمت میں تعلیم اسلام کے حصول کے لیے حاضر ہوئے۔ ان کی تعداد ستر کے قریب ہے۔ ۸ھ میں مکہ مکرمہ بھی اسلام کی

آغوشِ رحمت میں آگیا۔ فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے ایک جامع اور معجزانہ صفت بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں خالص توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔ اور وہ خطبہ پوری انسانیت کے لیے درسِ موعظت اور تعلیماتِ اسلامی کا آئینہ دار ہے۔ اور وہ خطبہ یہ ہے۔

”ایک اللہ کے سوا اور کوئی الہ نہیں۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اس نے اپنا وعدہ سچا کیا، اس نے بندے کی مدد کی اور بتوں کو توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر اور تمام انتظامات خود ہمائے قدیم میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہے۔ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔“

فتح مکہ کے روز آپ ﷺ کی ذات سے جن اخلاقِ کریمانہ کا مشاہدہ ہوا۔ ان سے ایک فاتح بادشاہ اور پیغمبر کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے آپ ﷺ کے وجودِ مبارک پر اور آپ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم پر مظالم کے پہاڑ توڑے اور مختلف ستم رانیوں سے آپ کے وجود کو تختہ مشق ستم بنایا تھا، وہ تمام کے تمام آپ کے سامنے تھے۔ آپ ﷺ نے خود ہی ان سے سوال کیا۔ تم کو کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟ وہ چونکہ مزاج شناس تھے اس لیے انہوں نے جواب دیا آپ ﷺ شریف بھائی اور شریف برادر زادہ ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

۱۰ھ میں آپ ﷺ نے ایک لاکھ قدوسیوں کے حلو میں حجۃ الوداع کا فریضہ ادا کیا۔ اسی موقع پر تکمیلِ دین کی آیت نازل ہوئی، جس میں آپ ﷺ کی وفات کی طرف اشارہ تھا اور اس موقع پر بھی آپ نے ایک جامع اور بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جو پوری انسانیت کے لیے منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی خطبہ میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ تمہارے غلام جو خود دکھاؤ وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ۔ عورتوں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا خون اور تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے۔ جس طرح یہ دن اس مہینہ اور اس شہر میں حرام ہے۔ میں تم میں ایک چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو تم گمراہ نہ ہو گے وہ کیا چیز ہے؟ کتاب اللہ۔“

خطبہ کے آخر میں فرمایا! ”تم سے اللہ کے ہاں میری بابت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا۔ آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا: ”اے اللہ تو گواہ رہنا۔“

حجۃ الوداع سے واپسی پر ماہِ صفر کے آخری ایام میں سفرِ آخرت کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور کئی ایام کی علالت کے بعد ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ کو اس دنیا سے فانی سے رحلت کی۔ اور آخری وقت میں امت کو نماز اور غلاموں کے حقوق کی نگہداشت کی وصیت فرمائی انسا للہ وانسا الیہ راجعون اور آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس پیغامِ حق کو اقصائے عالم تک پہنچا دیا۔